نہیں۔ انہوں نے ایشیا میں ہندوستان، انڈونیشیا، پاکستان، جنوبی فلپائن اور اُن علاقوں کا ذکر کیا جہاں عیسائی دیگر مذاہب کے ماننے والے کے ساتھ رہتے، سکولوں میں پڑھتے نیز دفتروں، کارخانوں اور کھیتوں میں ان کے ساتھ کام کرتے ہیں۔

"زندگی کا مکالمہ" سری لنکا کے مختلف شہروں میں بھی بار آور ہو رہا ہے۔ جہاں دو یا تین مذہب دوست کیتھولک خالص بدھوں کے دیہات میں رہتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ تھائی لینڈ میں بدھ بھکشوؤں اور کیتھولک راہبوں نے اپنی عبادات اور دھیان گیان میں مزید گہرائی پیدا کرنے کے لیے اکٹھے عیسائی خانقاہ میں تین دن اور تین راتیں گزاریں۔

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ایسے براعظم میں جہاں مخالف مذہبی اور نظریاتی گروہ آپس میں مسلسل برسرپیکار رہتے ہیں اور جہاں معاشرے کی تقسیم، ذات پات اور معاشی طبقات کی بنیاد پر موجود ہے، بین المذاہبی مکالمہ امن قائم رکھنے میں مثبت کردار ادا کرسکتا ہے۔ (رپورٹ: دی کیتھولک نیوز)

"مذہبی امن کے بغیر عالمی امن قائم نہیں ہوسکتا۔" ہنز کنگ کا بیان

"اس تنازعے (خلیجی جنگ) میں ملوث تمام اقوام، سب سے پہلے ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور برطانیہ، اور اس کے بعد اسرائیل اور عرب ریاستیں، اپنے اپنے اندازمیں، دنیا کے ایک ایک بڑے مذہب یعنی عیسائیت، یہودیت اور اسلام کی نمائندگی کرتی ہیں۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ یہ مذاہب تنازعے میں لازماً ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں؟ الہامی مذاہب کے طور پر ان میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ تینوں کی اصل مشرقی سامی ہے، خصوصیات کے اعتبار سے الہامی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جدّ امجد تسلیم کرتے ہیں۔ اگر یہ اپنی اس اصل کا احساس کریں تو یہ عالمی امن کے لیے انتہائی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔"

"یہ بجا ہے کہ ان تینوں الہامی مذاہب کے درمیان ضروری اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہودیت، خدا کی پسندیدہ قوم ہونے کی مدعی اور ارضِ موعودہ پر اپنا حق جتاتی ہے۔ عیسائیت خدا کے بیٹے اور اس کے مسیحا ہونے پر، اور اسلام خدا کے کلام اور اس کی کتاب پر زور دیتا ہے۔ یہ اختلافات چھپائے نہیں جاسکتے اور نہ انہیں چھپانا ہی چاہیے۔ عظیم عالمی مذاہب کا ایک ہوجانا ضروری نہیں ہے۔ واحد عالمی مذہب محض ایک سراب ہے۔ اس عالمی بحران کے بعد ہمیں اس

بات کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے کہ مذاہب کے درمیان امن اور سکون ہو۔ میں اس بات کو جتنا دہراؤں، اتنا ہی کم ہے کہ عالمی امن مذہبی امن کے بغیر ممکن نہیں۔ اور مذاہب کے درمیان امن بین المذاہبی مکالمے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

"تمام الہامی مذاہب ایک ہی خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ اس عقیدے کو سیاسی لحاظ سے زیادہ مؤثر بنایا جانا چاہیے۔ ان تمام مذاہب میں ایک الہامی ورثہ چلا آرہا ہے جو خوش کن حد تک یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں مشترک ہے۔"

اولاً "یہودی، عیسائی اور مسلمان ایک ایسے خدا پر یقین رکھتے ہیں جو اپنے ساتھ دیگر دیوتاؤں، طاقتوں، حکمرانوں اور شخصیتوں کو برداشت نہیں کرتا۔ لیکن وہ صرف ایک قوم کا نہیں تمام اقوام کا خدا ہے۔ وہ کوئی قومی خدا نہیں، وہ پوری دنیا کا آقا ہے جو تمام انسانوں کی فلاح چاہتا ہے۔"

ثانیاً "یہودی، عیسائی اور مسلمان بنیادی الہامی اخلاق، انصاف، سچائی، وفاداری اور امن و محبت جیسی انسانی اقدار پر سختی سے قائم ہیں۔ ان صفات کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ بذاتِ خود خدا کو مطلوب ہیں"۔

ثالثاً "عزت و آبرو سے محروم، غلامی میں جکڑے ہوئے اور استحصال کا شکار لوگوں کو جن غیر منصفانہ اور غیر انسانی حالات میں رہنا پڑتا ہے، ان پر پیغمبرانہ تنقید سے یہودیت، عیسائیت اور اسلام کی صوت گری ہوئی ہے۔ بنی نوع انسان اور انسانی حقوق کا احترام کیے بغیر خدا کی عبادت کا کوئی تصور نہیں۔"

ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ تینوں مذاہب کے پاس مذہبی طور پر ایک دوسرے کو سمجھنے کی حقیقی بنیادیں موجود ہیں۔ یہ مذاہب باہم مل کر اخلاقی ہدف کے ساتھ ایک عالمی موحدانہ تحریک کی تشکیل کرسکتے ہیں۔ اسے حضرت ابراہیم کے نام پر "ابراہیمی اکومینیکل تحریک" کہا جاسکتا ہے۔ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ جب تک ابراہیمی اکومینیکل تحریک کو عالمی سیاست میں ایک موثر عنصر نہیں بنایا جاتا، مشرقِ وسطیٰ میں امن بحال نہیں ہوگا۔ نہ تو خلیجی بحران حل ہوگا اور نہ فلسطینی مسئلے ہی کا کوئی حل تلاش کیا جاسکے گا۔ سب ہی فریقوں میں موجود مذہبی جنونیوں کی روک تھام کوئی کیسے کرسکتا ہے؟ یہی بات مثبت طور پر یوں کہی جاسکتی ہے کہ "عبرانی بائبل اور عہد نامۂ جدید کی بنیاد پر یہودیوں اور عیسائیوں کو عرب اور مسلم عوام کے وقار کے لیے باہم مل کر کام کرنا چاہیے۔ مسلم اور عرب عوام نہیں چاہتے کہ اب بھی نو آبادیاتی دور میں ہوں۔"

قرآن اور عہد نامۂ جدید کی بنیاد پر مسلمانوں اور عیسائیوں کو چاہیے کہ وہ یہودی قوم کے حقِ

زندگی کے لیے مل جل کر اقدامات کریں، جسے گذشتہ دو ہزار سال میں کسی بھی دوسری قوم کی نسبت زیادہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ بحیثیت قوم نابود ہونے کے قریب پہنچ گئی تھی۔

عبرانی بائبل اور قرآن کی بنیاد پر یہودیوں اور مسلمانوں کو مشرقِ وسطیٰ میں رہنے والے تمام عیسائی گروپوں کی آزادی کے لیے کام کرنا چاہیے۔ مختصر یہ کہ ان تینوں مذاہب کو ہندوستانی، چینی اور جاپانی روایات کے حامل لوگوں کے تعاون سے امن، انصاف، آزادی، انسانی وقار اور انسانی حقوق کے لیے کام کرنا چاہیے۔ (رپورٹ: چرچ ٹائمز)

مشرقِ وسطیٰ

"دیکھو! خدا یہودیوں کے لیے کیسے لڑتا ہے..."

مشرقِ وسطیٰ کی جنگ کے بعد عیسائی مبلغین نے، جو جنگ اور بائبل کی پیش گوئیوں کے درمیان تعلق ثابت کرنے کے لیے بے چین ہیں، امریکہ اور برطانیہ میں وسیع پیمانے پر پمفلٹ تقسیم کیے۔ امریکہ کی ایونجلسٹک آؤٹ ریچ ایسوسی ایشن (Evangelistic Outreach Association) کی جانب سے شائع کردہ ایک ایسے پمفلٹ میں کہا گیا ہے کہ "مسلمان یہودی نسل کو بحیرۂ روم میں دھکیل دینا چاہتے ہیں اور بیت المقدس کے گرجا گھر (Temple Mount) کو اپنے مذہب کے بانی محمدؐ کی پوجا کے لیے عبادت گاہ میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ بیت المقدس پر پوپ کی حریصانہ نظریں اس وقت سے گڑھی ہیں جب اس نے قرونِ وسطیٰ میں مسلمانوں سے یہ علاقہ بزور بازو چھیننے کے لیے صلیبی جنگوں میں Knights Templar روانہ کیے تھے۔ دجّال پوپ چاہتا ہے کہ اپنی برائے نام مسیحیت کے مرکز ویٹیکن کو، جو ان دنوں روم (اٹلی) میں ہے، بیت المقدس میں منتقل کردے۔ بائبل کی پیش گوئی ہے کہ دجّال ایسا کرے گا۔ (دانی ایل-۹:۲۷) (؟)

پمفلٹ میں مزید کہا گیا ہے۔ "دیکھو! خدا یہودیوں کے لیے کیسے لڑتا ہے ... صدام حسین اور اس کا ملک عراق (آج کا بابل) امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے "جراحتی ہوائی حملوں" سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جا رہا ہے"۔ کیونکہ بیت المقدس میں کوہِ زیتون پر حضرت عیسیٰ کی بار دگر آمد سے پہلے صدام حسین نے آخری ایام میں خدا کے برگزیدہ لوگوں کو خراب کیا۔ (زکریاہ-۱۴:۴) یہی وہ چیز ہے جس کا ہم انتظار کرتے رہے ہیں۔ اور اب وہ آن پہنچی ہے۔ قُربِ آخرت پر گفتگو